جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

صفر المظفر ۱۴۳۴ھ جنوری ۲۰۱۳ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
web-www.alhaqqania.org
E-mail-alhaqqania@yahoo.com
048-6786002/6786899

کلمۃ الحق　مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

تفسیر ''احکام القرآن للتھانوی''

کی تکمیل اور اشاعت

یہ آج سے تقریباً تراسی سال قبل کاواقعہ ہے کہ ۱۳۵۰ھ میں ازہرِہند دارالعلوم دیوبند کے ارباب فضل وکمال میں باہمی مشورہ سے طے پایا کہ دورہ حدیث شریف کی طرح دارالعلوم میں تفسیر کادورہ بھی شروع کیاجائے ،جوپورے سال پڑھایا جائے ،اس کے افتتاح کی درخواست کے لیے دیوبندسے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں تھانہ بھون اکابر علماء کاایک وفدحاضرہواجس کے امیر شیخ العرب والعجم حضرت مولاناسید حسین احمدمدنی رحمہ اللہ تھے،حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات ''الافاضات الیومیہ'' میں بھی اس وفد کاذکرموجود ہے، ان حضرات نے حضرت رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ آپ دیوبند تشریف لاکر دورہ تفسیر کاافتتاح فرمائیں۔ان دنوں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو سفرسے عذرتھا،آپ نے سفرکا سلسلہ بندکرنے کااعلان فرمادیاتھااس لیے آپ دیوبند تشریف نہیں لے جاسکے ،لیکن دورہ تفسیرکے لیے مشورہ سے جونصاب طے ہوا،اس میں تفسیربیضاوی ،تفسیرابن کثیرکامل کے ساتھ تفسیرمدارک کی تجویزبھی حضرت نے دی،اورساتھ ہی فرمایاکہ پوری تفسیرمدارک کی بجائے صرف ان آیات کاانتخاب پڑھانابہترہے جن میں ائمہ کااختلاف ہے ،پھریہ بھی طے ہواکہ قرآن کریم کی وہ آیات جن سے احکام کااستنباط ہوتاہے ان کا انتخاب کرکے ایک ایسی کتاب تیارکی جائے جس میں فقہ حنفی کے مسائل کوقرآن کریم

سے ثابت کیا جائے، حضرت نے اسی وقت اس تصنیف کا نام بھی ''دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان'' تجویز فرمادیا۔ سب حضرات نے حضرت کی اس تجویز کو پسند فرمایا لیکن تین سال کا عرصہ گزرجانے کے باوجود انتخاب آیات کا یہ کام جب دیوبند میں نہ ہوسکا تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی افادیت اور ضرورت کے پیش نظر اس اہم کام کو خود اپنے اہتمام سے کرانے کی ذمہ داری لے کر ۱۳۵۴ھ میں یہ خدمت حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ کے سپرد فرمادی اور اس اہم ترین تصنیف کے لیے اصول موضوعہ اور طریق کار آپ نے خود نہ صرف متعین فرمادیا بلکہ پوری سورۃ بقرۃ میں جس قدر آیات احکام اس تصنیف لطیف کے موضوع سے متعلق تھیں ان کی فہرست بھی حضرت نے خود تیار فرما کر حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمادی، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اسی کے مطابق کام کا آغاز فرمادیا تھا، حضرت تھانوی کو آپ نے اس کی اطلاع کی تو حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

رسالہ مکتوبات حکیم الامت مکتوب نمبر ۱۰۶ مؤرخہ ۲۴/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ میں ہے:

مکتوب: دلائل القرآن کے لیے بھی ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، الحمد للہ تعالیٰ تھوڑا تھوڑا روزانہ ہوجاتا ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور تکمیل فرمائے۔

مکتوب: ایک باب سجود لغیر اللہ کے متعلق کسی قدر مفصل ہوگیا ہے اس کو ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں، برائے کرم اصلاح فرما کر واپس فرمادیا جائے۔

جواب: دیکھا دل خوش ہوا، کہیں کہیں پنسل سے نشان بنایا ہے، وہاں

نظر ثانی کر لیجیے۔

مکتوب: اگر حضرت کے نزدیک مناسب و مفید ہو تو اس کو علیحدہ بھی بشکل رسالہ مع ترجمہ کے شائع کر دیا جائے۔

جواب: واقعی ضرورت ہے۔ پیشانی خط لکھ دیا ہے ''المقالۃ المرضیۃ فی حکم سجدۃ التحیۃ''۔ (ص ۱۱۸)

لیکن دارالعلوم دیوبند میں عہدۂ افتاء اور تدریس کی اہم ذمہ داری کے ساتھ اس کام کے لیے آپ کو بہت کم فرصت ملی اس لیے یہ کام زیادہ مقدار میں نہ ہو سکا۔

۱۳۵۷ھ میں حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ ''اعلاء السنن'' کی تصنیف سے فارغ ہو گئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس خیال سے کہ اگر یہ کام مولانا کے سپرد کر دیا جائے تو جلدی ہو جائے گا، یہ کام حضرت مولانا عثمانی رحمہ اللہ کے سپرد فرما دیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ۱۳۵۸ھ حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا تقرر اپنے استاذ بحر العلوم حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی رحمہ اللہ کی جگہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں بطور پروفیسر ہو گیا، اس لیے یہ کام معتدبہ مقدار میں نہ ہو سکا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اس کام کے جلد مکمل ہونے کا بڑا اہتمام اور فکر تھا، اسی لیے آپ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے استفسار فرمایا کہ ''وہ دارالعلوم دیوبند سے طویل رخصت لے کر تھانہ بھون قیام کر سکتے ہیں یا نہیں؟'' جب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے لیے وہاں کی ذمہ داری کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوا تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تکمیل کے لیے یہ صورت نکالی کہ اس کے چند حصے کر کے چند علماء کرام پر تقسیم کر دیے جائیں اس طرح بسہولت اس کی تکمیل ہو جائے گی، چنانچہ آپ نے قرآن کریم کی سات منازل کو چار حضرات پر اس طرح تقسیم

فرمایا کہ پہلی اور دوسری منزل حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو اور تیسری چوتھی منزل حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ ، پانچویں چھٹی منزل حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ ، ساتویں منزل حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے سپرد فرمادی۔ احکام القرآن کا مقدمہ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے ذمہ لگایا۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ نے جن چار حضرات علماء کرام کو یہ کام سپرد فرمایا انہوں نے حضرت کے حکم کے مطابق حضرت کی حیات ہی میں آپ کے عطا کردہ نہج پر اپنے اپنے حصے کا کام شروع فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے سورۃ البقرہ ، ۲/ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ اور سورۃ آل عمران حضرت کی حیات میں آپ کی نگرانی ہی میں مکمل فرمائی جبکہ سورۃ النساء بھی شروع ہوگئی تھی ، جب آپ آیت فان طبن لکم عن شیٔ منه نفساً فکلوه هنیئاً مریئاً پر پہنچے تو ڈھاکہ جانے کی وجہ سے کام رک گیا ، پھر جب ایک عرصہ کے بعد یہ کام دوبارہ شروع ہوا تو حضرت تھانوی نے ۳۰/ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ بعد العصر ایک جلسہ میں اس پران الفاظ میں اپنی غیر معمولی مسرت کا اظہار فرمایا :

الحمدللہ الذی وفق بعداشارتی ابن اختی الذی ھو باذن اللہ تعالیٰ فی علوم الدین ینبوع ولرواد الخیر منبوع المشتھر بالمولوی ظفر احمد لتالیف ھٰذا المجموع الذی ھو لتشیید المذھب الحنفی الاصول منه والفروع بالقرآن الحکیم موضوع کما ان اعلاء السنن الذی صنفه قریباً لھٰذا الغرض مؤلف ومصنوع وکلاھما بحمد اللہ تعالیٰ مع التحقیق والتدقیق مقرون ومشفوع وعند اھل البصیرۃ مقبول

ومسموع کملہ اللہ تعالیٰ وجعلہ لی ولہ ذخرالیوم الذی قدرہ عال وذکرہ مرفوع واناالعبد الفقیرالی رحمۃ ربہ اشرف علی غفرلہ کل ماجناہ من غیرالمشروع (حاشیۃ احکام القرآن ص۱۰۳ج۲)

ترجمہ :اللہ تعالیٰ کاشکر ہے کہ اس نے میرے اشارہ پرمیرے بھانجے کوجو بحمداللہ علوم دین کاسرچشمہ ہیں اور طالبان خیر کے پیشوا،جومولوی ظفراحمد کے نام سے مشہور ہیں اس کتاب کی تالیف کی پھرتوفیق دی ،جس کاموضوع قرآن حکیم سے مذہب حنفی کے اصول وفروع کی تائید ہے ۔جیسااس سے پہلے قریب زمانہ میں اسی غرض کے لیے وہ ''اعلاء السنن''تصنیف کرچکے ہیں ۔دونوں کتابیں بحمداللہ تحقیق وتدقیق سے لکھی گئی ہیں اوراہل بصیرت کے نزدیک مقبول ومسموع پسندیدہ اورمرغوب ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کوتکمیل تک پہنچائے، میرے اوران کے لیے آخرت کاذخیرہ بنائے ،جس دن موصول ومقطوع اورمرحوم ومحروم سے ممتازہوجائے گااپنے نبی کی برکت سے جن کا مرتبہ بہت بلند اورذکر جمیل مرفوع وبالاہے۔میں ہوں اپنے رب کی رحمت کاامیدوار اشرف علی ۔اللہ تعالیٰ اس کے ہراس فعل کومعاف فرمائے جوخلاف شرع صادر ہوئے ہوں (انوارالنظرحصہ دوم ص۱۳۹)

حضرت مفتی اعظم مولانامفتی محمدشفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے جب مستعفی ہوئے تو''احکام القرآن''کی تصنیف کے لیے تھانہ بھون تشریف لے آئے اورحضرت کی تجویزکے مطابق ''احکام القرآن''کاکام شروع کردیا۔اگرچہ یہ حضرت کے انتہائی ضعف ونقاہت اورکمزوری کازمانہ تھااورآپ نے خانقاہ میں تشریف لے جانابھی منقطع فرمادیاتھالیکن اس سب کچھ کے باوجودآپ کواس تصنیف کی فکرلگی ہوئی تھی اورخدمت دین اورعلم دین کاشغف سب چیزوں پرغالب

تھا اسی لیے حضرت مفتی صاحب نے جب خانقاہ میں یہ کام شروع کیا تو پہلے ہی روز حضرت نے بہت سی آیات پر کافی دیر تک تقریر فرمائی کہ فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں احکام مستنبط ہوتے ہیں ، انہیں کتب تفسیر میں تلاش کر کے اگر منقول ہوں تو منضبط کر لیا جائے ۔

پھر ضعف اور مرض کے باوجود روزانہ اس تالیف کے متعلق دریافت فرماتے ۔ اس طرح افادات کا یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا، حتیٰ کہ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ کی یکم تاریخ جس کے دو ہفتے بعد حضرت نے وصال فرمایا اس تاریخ کو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے سورۃ قصص شروع کرنے کی آپ کو اطلاع کی تو حضرت نے اس سورۃ کی ایک آیت پر نہایت عجیب و غریب تقریر فرمائی جسے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ضبط فرمالیا تھا۔ اس تفسیر سے متعلق یہ حضرت کا آخری افادہ ہے جو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ہی کے الفاظ میں مختصراً ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں :

''سورۃ قصص کی آیت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبطی کے قتل ہو جانے پھر جناب باری تعالیٰ سے اس پر استغفار کرنے اور حق تعالیٰ کی طرف سے مغفرت فرمانے کا تذکرہ ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں ایک سوال ہے وہ یہ کہ قبطی کافر حربی تھا، جس کا خون حسب قواعد شرعیہ مباح ہے ، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے استغفار کیوں فرمایا؟ اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی مغفرت کا ذکر فرما کر اس کی تقریر کر دی گئی کہ یہ قتل مناسب نہ تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ حربی کافر کا قتل کرنا جائز یا نامناسب قرار دینے کا سبب کیا ہے ؟ پھر فرمایا کہ مدت سے میرا ایک خیال ہے وہ یہ کہ کفار سے جیسے باقاعدہ معاہدہ زبانی یا تحریری ہو جاتا ہے تو اس کی پابندی مسلمانوں پر

لازم ہوجاتی ہے، اسی طرح بعض اوقات عملی عہد ہوجاتا ہے کہ باہم طرز معاشرت اور تعامل سے فریقین ایک دوسرے سے مامون و بے خطر ہوں، باہمی معاملات اور لین دین وغیرہ جاری ہو، یہ بھی ایک نوع عہد عملی کی ہے اس کی بھی رعایت کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی وقت ایسے لوگوں پر حملہ کرنا جائز ہے تو پہلے ان کو نبذ عہد کے طور پر متنبہ کردیا جائے کہ اب ہم سے مامون نہ رہیں۔ پھر طرفین کو اپنے اپنے فعل کا اختیار ہے اور بغیر اس نبذ عہد کے ایک قسم کا غدر ہے جو شریعت اسلامیہ میں کسی حال میں کسی کافر سے جائز نہیں۔ قبطی کا واقعہ بھی اسی قبیل سے تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام مع اپنے متعلقین بنی اسرائیل کے اور قبطی کفار دونوں فرعونی سلطنت کے باشندے تھے اور ایک دوسرے سے باہم مامون تھے، اسی حالت میں قبطی کا اچانک قتل ہوجانا عہد عملی کے خلاف تھا۔ اس لیے اس پر عتاب ہوا اور استغفار و مغفرت کی نوبت آئی۔

رہا یہ سوال کہ جب یہ قتل بحکم غدر اور معصیت تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم رسول اور معصوم ہیں ان سے کیسے صادر ہوا، اس کا جواب ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قصداً قتل نہیں کیا۔ معمولی ضرب اس کو ہٹانے کے لیے لگائی گئی اتفاقاً مر گیا۔ اس لیے معصیت کا صدور ان سے نہیں ہوا، تاہم صورت معصیت کی تھی اس لیے پیغمبر خدا نے اس کو بھی معصیت ہی کے برابر سمجھ کر استغفار کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ میرا خیال ہے اگر اس کا ثبوت کتاب و سنت میں یا علماء اہل حق کے کلام میں مل جائے تو اس کے حوالہ سے لکھا جائے ورنہ جس سے آپ نے سنا ہے (یعنی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ) اس کے حوالہ سے لکھ سکتے ہیں کیونکہ بظاہر قواعد اور اصول مسلمہ کے اس میں کوئی بات خلاف نہیں معلوم ہوتی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

احقر نے اس کو تلاش کر کے پیش کرنے کے لیے عرض کیا۔ یہ ارشاد یکم رجب ۱۳۶۲ھ کی مجلس میں ارشاد فرمایا تھا جس کے پندرہ روز بعد دنیا سے سفر ہونے والا تھا۔ میں نے اسی روز تحقیق کی تو بحمداللہ صحیح بخاری کی ایک حدیث بروایۂ مغیرۃ بن شعبہ میں اس کا ثبوت اور قسطلانی شرح بخاری میں اس کی تصریح نکل آئی۔ ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں لیکن ان دنوں اکثر وقت حضرت اقدس پر ایک قسم کی غنودگی یا ربودگی کی کیفیت رہتی تھی۔ عرض کرنے کا موقع نہ پایا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ (خاتمۃ السوانح ص ۲۱۳)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ''احکام القرآن'' میں اس آیت کے تحت حضرت اقدس رحمہ اللہ کا یہ آخری افادہ ذکر کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

وانما اطلنا فی نقل الکلام فی ھذا المقام لیظھر للناظرین نعمة اللہ علی جماعتنا ولہ الحمد انھا لا تقبل اقوال اکابرھا فی تفسیر معانی القرآن الا بعد ظھور مطابقتھا لاقوال السلف واکابرھا و لیظھر حسن ذوق حضرة حکیم الامة فی التفسیر والفقہ بحیث لا یتخطی عن الصواب ولو قال شیئا بغیر مطالعة الکتاب (احکام القرآن)

ترجمہ: اس مقام پر ہم نے کلام کو اس لئے طویل کیا ہے تاکہ ناظرین کو واضح ہو کہ ہمارے اکابر پر اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں کہ وہ معانی قرآن کریم میں اپنے اکابر کے اقوال کو بھی اس وقت قبول کرتے ہیں جب ان کی مطابقت سلف سے ہو جائے۔ اس تفصیل سے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا تفسیر اور فقہ میں حسن ذوق بھی واضح ہو رہا ہے کہ بغیر مطالعہ کتاب کے بھی اگر آپ اس سلسلہ میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو وہ بھی عین صواب ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مزید تحریر فرماتے ہیں :

''اسی حالتِ ضعف و مرض میں یہ التزام فرمایا کہ میں جو سورت لکھنا شروع کرتا اس کو بار بار خود تلاوت فرماتے اور اس میں جس مقام سے کوئی حکم شرعی مستنبط ہوتا نظر آتا اس کی تقریر احقر سے فرماتے اور ہدایت فرماتے کہ اس کو کتب تفسیر وغیرہ میں تلاش کر لو اگر کہیں مل جائے تو اس کے حوالہ سے لکھ دو اور تم خود بھی غور کرو اگر دل کو لگے تو جس سے تم نے سنا ہے اس کے حوالہ سے لکھ دو''۔ (خاتمۃ السوانح ص ۲۱۰)

دلائل القرآن کے طرز تصنیف سے متعلق مؤرخہ ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ کو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کو جو رائے تحریر فرمائی وہ مع جواب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں :

مکتوب : دلائل القرآن کی تصنیف میں دو صورتیں ذہن میں تھیں ایک یہ کہ محققین کے طریق پر بطرز تفسیر لکھا جائے مستنبط مسائل کو لکھنے کے بعد ذکر کر دیا جائے کہ ھٰذا ھو مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کما ھو صنیع الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی معانی الآثار والجصاص فی احکام القرآن۔ دوسری صورت یہ کہ مسئلہ کے مقصد پر نظر کر کے فقہی صورت میں لکھا جائے کہ آیت لکھنے کے بعد ذکر کیا جائے کہ اس آیت سے حنفیہ کے فلاں مسائل پر استدلال کیا جا سکتا ہے، اس وقت حسب الاتفاق دوسری صورت کی طرف ذہن چلا گیا اور اسی طرز پر ضبط کر لیا، پھر موضوع رسالہ سے بھی یہ اقرب معلوم ہوتا ہے۔

جواب : میں اسی کو راجح کہتا ہوں اور جتنا حصہ یہاں لکھا گیا ہے باستثناء قدرے شروع کے حصے کے اسی طرز پر لکھا گیا ہے۔ (مکاتیب حکیم الامت ص ۱۶۰)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے پہلے اگرچہ اس تصنیف کا نام ''دلائل

القرآن علی مسائل النعمان'' تجویز فرمایا تھا لیکن کام شروع ہونے کے ساتھ جب ایسے بہت سے احکام سامنے آئے جن پر بلا تکلف آیاتِ قرآنیہ کی دلالت ہو رہی تھی تو حضرت کی رائے یہ ہوئی کہ اس کتاب کا موضوع کسی قدر وسیع اور عام کر دیا جائے، یعنی صرف دلائل حنفیہ ہی نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد و تصوف اور اخلاق و تمدن سے متعلق ہوں سب ہی کو لکھا جائے، بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثرات سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے۔ نیز مغربی تہذیب کے اثرات سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کیا جائے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے موضوع کی اس وسعت اور عموم کے پیش نظر اس کا نام ''احکام القرآن'' تجویز فرمادیا۔ حضرت کے تجویز فرمودہ اس ''احکام القران'' کا امتیاز دوسرے احکام القرآن سے یہی ہے کہ ان حضرات نے اولاً تو آیت قرآنیہ کا استیعاب نہیں فرمایا، دوسرے یہ کہ آیات سے فقط فقہی احکام کا استنباط فرمایا، دیگر مسائل سے تعرض نہیں فرمایا۔ جب کہ اس ''احکام القرآن'' میں عموماً بالاستیعاب آیات پر کلام کیا گیا ہے اور فقہی احکام کے علاوہ عقائد تصوف اخلاق و تمدن وغیرہ سے متعلق احکام سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔ احکام القرآن کے نام سے لکھے گئے دوسرے ''احکام القرآن'' سے اس کا یہی امتیاز ہے جو کتاب دیکھنے سے واضح ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے احکام القرآن کے لئے اصول موضوعہ بھی خود ہی متعین فرمادیے تھے۔ جن کو اس تصنیف لطیف میں پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم اصل یہ ہے کہ احکام کے استنباط میں صرف اپنے تفقہ پر اعتماد نہیں کیا گیا بلکہ متقدمین کی تحقیقات پر اعتماد کیا گیا ہے۔ البتہ اگر تلاش و جستجو کے

بعد کوئی مسئلہ متقدمین میں سے نہ مل سکے تو پھر قواعد شرعیہ اور اصول مسلمہ سے جو کچھ سمجھ میں آیا اس کو بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ تفسیر ''بیان القرآن'' میں بھی حضرت نے اس اصول کو پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

''میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی جو خود میری سمجھ میں آئی ، لیکن جب تک اس کی تائید سلف صالحین کی تفاسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا۔ اس صورت میں تفسیر بظاہر تو سلف کی تفاسیر سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے لیکن در حقیقت وہ خود احقر ہی کی تفسیر ہے'' (اشرف السوانح ص۹۵ ج۳)

ایک اصول حضرت نے اس احکام القرآن کی تصنیف کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ :

''جس مسئلہ فقہیہ پر بحث ہو اس کا حوالہ کتب فقہ سے ضرور ہونا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ خود امام ہی کا قول ہو بلکہ مشائخ مذہب کے اقوال بھی کافی ہیں''۔ (خاتمۃ السوانح ص۲۱۵)

اس تفصیل سے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا ''احکام القرآن'' کی تصنیف کے لئے فکر و اہتمام واضح ہے۔ حضرت حکیم الامت کے افادات و اصول در حقیقت اس کتاب کی روح تھے۔ اگر حضرت اقدس کی حیاتِ مبارکہ میں یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو یقینا بڑی عجیب و غریب تحقیقات اور نادر مضامین و افادات پر مشتمل ہوتی ،ولکن ؎

ما کل ما یتمنی المرأ یدرکہ　　　تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

حضرت کے سامنے اگرچہ یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی لیکن حضرت کے عطا کردہ خطوط اور اصول کی روشنی میں حضرت کے متوسلین کرام نے اس عظیم کام کو حضرت

کی وفات کے بعد نہ صرف جاری رکھا بلکہ انتھک محنت اور جد وجہد سے اسے مکمل کر کے حضرت کی تمنا کی تکمیل فرمائی، جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

حضرت نے قرآن کریم کی منازل سبعہ کی تقسیم جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اپنی حیات مبارکہ میں یوں فرمائی تھی:

منزل اول و دوم : حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

سوم وچہارم : حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

پنجم و ششم : حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ

ہفتم : حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے منزل اول کی سورۃ بقرہ وآل عمران حضرت کے سامنے ہی مکمل فرمائی تھی اور سورۃ نساء بھی شروع کردی تھی لیکن اس کی تکمیل عرصۂ دراز کے بعد ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ میں دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالٰہ یار آ کر ہوئی۔

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ نے تیسری منزل سورۃ یونس سے سورۃ نحل تک بزمانہ قیام خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مکمل فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے منزل پنجم سورۃ شعراء سے سورۃ قصص کے دوسرے رکوع تک کا حصہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے تحریر فرمایا۔ باقی کام حضرت کی وفات کے بعد مکمل فرمایا۔ منزل پنجم سورۃ یٰسین پر ۴ ذوالحجہ ۱۳۶۳ھ کو مکمل ہوئی۔ جبکہ چھٹی منزل سورۃ الصافات سے سورۃ حجرات تک کی تکمیل ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ کو ہوئی۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے ساتویں منزل سورۃ ق سے

والناس تک، ۲شوال المکرم ۱۳۶۴ھ میں مکمل فرمائی۔

اس تفصیل کے مطابق احکام القرآن کی سات میں سے کل پانچ منازل، اول، سوم، پنجم، ششم، ہفتم، معرض وجود میں آئیں۔ لیکن ان میں سے اول، پنجم، ششم، ہفتم حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ ناظم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون و منتظم مجلس خیر کے زیر اہتمام ۱۳۸۷ھ میں پہلی مرتبہ پاکستان میں شائع ہوئی۔ جبکہ منزل سوم اس وقت بھی شائع نہیں ہو سکی۔ بعد میں ادارۃ القرآن کراچی بھی پانچ جلدوں میں انہی منازل اربعہ کو شائع کرتا رہا۔

اہل علم کا عرصہ دراز سے شدید تقاضا تھا کہ ''احکام القرآن'' کی منزل سوم جلد شائع ہو اور منزل دوم وچہارم کی تکمیل کے بعد یہ کتاب مکمل طور پر جلد سے جلد منظرعام پر آجائے لیکن اہل علم کو بخوبی اندازہ ہے کہ یہ کام کوئی آسان کام نہ تھا اس لیے عرصہ تک اس کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی، بالآخر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی یہ تمنا حق تعالیٰ نے انہی کے نواسہ مخدوم ومکرم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے ذریعہ پوری کرادی۔ چنانچہ وہ پورے انہماک کے ساتھ اس امر عظیم وخطیر کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے پہلے تو اپنے والدماجد حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کی تجویز کردہ منزل سوم کا مسودہ مجلس خیر سے حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہما کے خصوصی تعاون سے حاصل فرمایا، اور پھر تین سال کی محنت شاقہ سے اس کی تین جلدوں کی تبییض اپنے ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور کے زیر اہتمام اپنے برادر صغیر جناب مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہ سے کرا کے اسے قابل اشاعت بنایا۔ جو حضرت مولانا مدظلہم

کا بڑا کارنامہ ہے کیونکہ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے اس مسودہ کے متعلق احکام القرآن جلد اول کے مقدمہ میں تحریر فرمادیا گیا تھاوضاعت مسودۃ المولوی جمیل احمد منہ۔ اگر حضرت مولانا موصوف اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تو شاید وہ ضائع ہی ہوجاتا لیکن اب وہ ضاعت کے بجائے شاعت وضاءت کا مصداق بن گیا، فللہ الحمد ولہ الشکر۔

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ ''احکام القرآن'' کی منزل چہارم سورۃ بنی اسرائیل سے شعراء تک گوناگوں عوارضات ومصروفیات کی وجہ سے تحریر نہیں فرما سکے تھے، اس لیے عرصہ سے یہ منزل نامکمل چلی آرہی تھی۔ احقر کے والدماجد حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم اور بعض دیگر علماء کرام نے کئی بار حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے اس کی تکمیل کے لیے درخواست کی، چنانچہ ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں حضرت نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیات احکام سے متعلق ایک فہرست تیار فرماکر یہ کام شروع فرمادیا تھا، احقر کو خوب یاد ہے کہ جب حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کے ساتھ احقر ۱۶/ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ میں آپ کے مکان پر لاہور حاضر ہوا تو حضرت نے وہ فہرست حضرت والدصاحب کو خود سنائی تھی، حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر مقدمۃ المؤلف میں یوں فرمایا ہے :

وطال الالحاح من الحاج المفتی عبدالشکور بن المفتی عبدالکریم (مفتی الخانقاہ الاشرفیہ سابقاً) مدیر المدرسۃ الحقانیۃ بساھیوال من مضافات سرکودھا، واحبابہ ومن ابنی محمد مشرف علی التھانوی۔۔۔ فاردت ان اشرع بحول اللہ وقوتہ الخ۔ (احکام القرآن ج ۱۰)

لیکن اس کے بعد یہ کام پھر رک گیا تا آنکہ حضرت مفتی صاحب ۱۹۸۷ء بمطابق

۱۴۰۷ھ کو جب عمرہ کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے زمزم پیش کر کے اس عظیم کام کی تکمیل کے لیے اس مبارک جگہ پر آپ سے اس کام کے شروع کرنے کی درخواست کی اور دعا کرائی۔ اس جگہ ومقام اور حضرت مولانا کے خلوص کی برکت سے یہ دعا قبول ہوئی اور لاہور واپس تشریف لاکر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ''احکام القرآن'' کا باقاعدہ کام ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور میں شروع فرمادیا چنانچہ پانچ سال کے طویل عرصہ میں انتہائی جدوجہد اور محنت کے بعد چار جلدوں میں یہ کام ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء میں مکمل ہوا، اس کی تکمیل کی خوشی میں حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں ایک عظیم تقریب کی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے صدارت فرمائی۔ اور سابق صدر جناب محمد رفیق تارڑ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے خطاب فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ منزل رابع کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

تم کتاب احکام القرآن للتھانوی بعون اللہ العلی القوی وبتوفیقه فی غرة صفر المظفر ۱۴۱۲ھ اللھم تقبل مناواصفح الصفح الجمیل من زلاتنافانك انت اعلم بالصواب والیك المرجع والمأب ونسئلك ان تجعل سعیامقبولاًومصروفاًالی ابتغاءمرضاتك والی ابتغاء التراضی لدیك فانك رؤف رحیم بعبادك والحمدللہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنامحمدوعلی آلہ وصحبہ تسلیماًکثیراًالی یوم الجزاء الجزیل وحسبنااللہ ونعم الوکیل(ج۱۶ص۳۰۸)

''احکام القرآن'' کی منزل ثانی سورۃ مائدہ تا سورۃ توبہ کی تالیف بھی باقی تھی

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کو منزل اول کے بعد دوسری منزل لکھنے کی فرصت نہ مل سکی تھی اس لئے یہ منزل بھی کافی مدت سے تشنہ تکمیل تھی۔ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مد ظلہم کی نگاہ انتخاب اس کی تکمیل کے لئے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ پر پڑی اور وہ اس مقصد کے لئے لاہور سے جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا تشریف لائے اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے باصرار شدید منزل ثانی کا آغاز کرایا۔ یہ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء کا واقعہ ہے۔

حضرت مولانا مد ظلہم نے منزل ثانی کے افتتاح کے لیے جامعہ حقانیہ میں ایک سادہ مگر پروقار تقریب بھی منعقد فرمائی جس میں جامعہ کے علماء وطلبہ نے شرکت کی تھی۔ اس میں احقر نے اس تقریب کا پس منظر بیان کیا اور حضرت مولانا مد ظلہم نے احکام القرآن کی تکمیل کی ضرورت کا اظہار فرما کر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے اس کا افتتاح کرایا پھر دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے ابتداء میں اس تفسیر کا نام ''دلائل القرآن علی مسائل النعمان'' تجویز فرمایا تھا، بعد میں جب موضوع میں وسعت ہوئی تو پھر اس کا نام ''احکام القرآن'' رکھ دیا گیا۔ حضرت اس تفسیر میں اپنے جن خاص احباب سے کام لینا چاہتے تھے ان میں ایک نام احقر کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کا بھی تھا جیسا کہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب کے نام آپ کے درج ذیل مکتوب گرامی سے واضح ہے۔ یہ مکتوب گرامی جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ کا تحریر فرمودہ ہے۔ جو برائے ملاحظہ پیش خدمت ہے:

مشفقی ----- السلام علیکم! میں نے جو دلائل القرآن علی مذہب النعمان کا زبانی تذکرہ کیا تھا، فی الحال تو اس کا کام جاری ہے لیکن اگر کسی وقت دوسرے

احباب سے کام لینے کی ضرورت ہوئی تو اس کا نظام ابھی ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ عین وقت پر خلجان نہ ہو، سو اس نظام کے چند اجزاء ہیں (جزو اول) تو آپ اور مولوی جمیل اور مولوی عبدالکریم ایک مسئلہ باعانت تفاسیر مثل احکام القرآن، تفسیر مظہری و تفسیر احمدی و کشاف و مدارک وغیرہ حاسب کا الگ الگ لکھیں تاکہ ہر ایک کی مناسبت اور طرز استدلال اور اس کا کافی ناکافی ہونا اور باہمی تفاوت اور مؤلف سابق کی تحریر سے موازنہ میں غور کیا جائے الخ۔

جزو دوم و سوم کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ترتیب میں جزو اول مقدم ہے، اس لیے یہ آیت عنوان کے لیے تجویز کی گئی ہے اور سورۃ النساء وآتوا النساء صدقاتھن الی قولہ فکلوہ ھنیئا مریئا۔ اس لیے آپ بھی اس کی تقریر لکھ کر بھیج دیں، اس کے بعد اجزاء میں غور اور مشورہ کر لیا جائے۔ اشرف علی (مکاتب حکیم الامت ص ۱۵۰)

حضرت مفتی ؒ نے جب مذکورہ آیت پر لکھ کر بھیجا تو حضرت نے اسے پسند فرمایا۔ علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ نے اس آیت کی تفسیر پر جو کچھ لکھا تھا حضرت تھانوی اس سے اس کا موازنہ فرمانا چاہتے تھے، وہ حصہ علامہ عثمانی ؒ اپنے ساتھ ڈھاکہ لے گئے تھے اس لیے حضرت تھانوی نے ایک دوسری آیت وبعولتھن احق بردھن پر لکھنے کا حکم فرمایا۔ احقر کے جد امجد ؒ کا قیام اس زمانہ میں شاہ آباد ضلع کرنال مدرسہ حقانیہ میں تھا اور وہ وہاں مدرسہ کے امور میں منہمک تھے اس لیے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی ؒ نے جب آپ کو احکام القرآن لکھنے کے کام میں شرکت کے لیے والانامہ تحریر فرمایا تو آپ نے مدرسہ کے کاموں میں مشغولیت اور متعلقہ کتب و تفاسیر کی عدم دستیابی کی وجہ سے اس خدمت سے معذرت کا عریضہ

لکھ دیا تھا۔ اس طرح آپ اس تصنیف لطیف میں شرکت نہ فرما سکے لیکن حق تعالیٰ کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خواہش کو پورا فرمانا منظور تھا اس لیے انہوں نے اپنے فضل وکرم سے اس کام میں احقر کے والدماجد رحمہ اللہ کو شریک فرما کر حضرت اقدس کی یہ خواہش پوری فرمادی، ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم۔

ع می دہد یزداں مراد متقیں

اس سلسلہ میں حضرت والدماجد رحمہ اللہ اپنے وجدان کا اظہار یوں فرماتے ہیں :

احقر ناکارہ کا وجدان ہے کہ حضرت حکیم الامت کی روحانیت کا فیض ہے کہ اپنے متوسلین کو مستفیض فرماتے رہتے ہیں اور حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کے ساتھ جو قلبی، روحانی تعلق و نسبت حاصل تھی اس کے ظہور کا اس ناکارہ کو آلہ بنایا گیا، اور حضرت والدماجد کو اس کارخیر میں جو شریک کرنا چاہتے تھے اس دلی آرزو کو پورا کرنے کا ذریعہ اس نالائق کو بنایا گیا، اس طرح بمصداق

ع پدر نہ کند پسر تمام کند

آں مرحوم کو ثواب میں شریک کرلیا گیا، لان الابن کسب لابیہ کی روسے گویا یہ حصہ حکماً حضرت والدمرحوم کا ہی لکھا ہوا ہوگیا، انتھٰی۔ (الصیانۃ مئی ۱۹۹۳ء)

حضرت والدصاحب رحمہ اللہ نے احکام القرآن کا جو حصہ تحریر فرمایا ہے وہ تقریباً چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ان میں جو احکام ذکر کیے گئے ہیں وہ دو ہزار کے قریب ہیں جبکہ کل کتاب اٹھارہ جلدوں میں چھ ہزار احکام پر مشتمل ہے اس طرح کتاب کی کل جلدیں اور احکام کی کل تعداد کے حساب سے حضرت والدصاحب رحمہ اللہ ایک تہائی حصہ کے مؤلف ہیں جو حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، الثلث کثیر ایک بڑا حصہ اور حظ وافر ہے۔ پھر حق تعالیٰ کا مزید فضل یہ کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ سے یہ کام لیا بلکہ

اس عظیم کتاب کا خاتم بھی بنایا کیونکہ آپ نے منزل ثانی سب حضرات کے بعد تحریر فرمائی۔

پھر سورۃ توبہ کی جس آیت کریمہ پر یہ کتاب مکمل ہوئی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر نزول کے اعتبار سے وہ قرآن کریم کی آخری آیت ہے۔ عجیب بات یہ کہ اسی پر یہ عظیم کتاب بھی مکمل ہوئی۔ خاتمۃ الکتاب میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے ان امور کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

وهٰذه السورة التى ختمت بهاهٰذه التكملة كانت آخرسورة نزلت وايضاًهاتان الآيتان كماكانتاآخر القرآن نزولاًعلى رواية ابى بن كعب صارتاآخر الآيات كتابة لاحكام القرآن ،فتم كتاب احكام القرآن بماختم به نزول القرآن ۔۔۔۔وبه تم تاليف احكام الحزب الثانى من السبع المثانى للقرآن العظيم فالحمدلله الذى بنعمته وجلاله وعزته تتم الصالحات۔۔۔۔۔وهٰذامن صنع الله المتعال انه لمالم يفرغ الشيخ العثمانى لتكميل حصة ولم يقم احدمن العلماء الكبار والفقهاء العظام من عصره ۔۔۔۔وقع قرعة الفال باسم هٰذا المجهول الحال فلله الحمدوله الشكر۔فشرعت بتوفيقه واستعنت فى تاليفه نحواربع سنة ولٰكن اعترت فيه فترات لازدحام الاشغال وكيف اأدى حق الحمدوالشكرلله تعالىٰ على ان يوفقنى للاكمال وجعلنى خاتماًلهٰذاالكتاب العجاب وماتوفيقى الابالله عليه توكلت واليه متاب وكان تمام هٰذاالتاليف على يدهٰذاالعبدالضعيف من نعم الله العظيم التى لاتحصىٰ وآلائه الوسيمة التى لاتستقصىٰ۔

حق تعالیٰ کے کریمانہ لطف و مہربانی اور غیبی سلوک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والدصاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

پھراسی کریمانہ انداز اور لطف و مہربانی کے غیبی سلوک پر نظر کرنے سے بڑی امید اپنی بخشش اور رحمت خداوندی میں لپٹنے کی ہوجاتی ہے کہ منزل اول ہمارے شیخ اول حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور منزل خامس شیخ ثانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے لکھی اور ثالث و رابع بھی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے حصہ میں آئی جو مثل میرے شیخ کے ہی ہیں اور آخری منزل کے مؤلف حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ توضابطہ میں بھی میرے شیخ حدیث ہیں ۔ جب میں آگے پیچھے ان شیوخ پر نظر کرتا ہوں تو اپنے حال زار سے رحمت الٰہی کی قوی امیدیں اور اپنی بخشش کا سامان معلوم ہونے لگتا ہے اور آخرت میں نفع کی امیدیں وابستہ ہوجاتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کی برکت سے اس ناکارہ کی خطاؤں کو معاف فرمائیں اور زمرہ صالحین میں محشور فرمائیں ، آمین بحرمة سيدالمرسلين وآله واصحابه اجمعين ۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے چار سال کی محنتِ شاقہ اور جدّ و جہد سے ضعفِ شدید اور عوارضات مختلفہ کے باوجود ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ کو نہ صرف اس منزل کی تکمیل فرمائی ۔ بلکہ اس عظیم کتاب احکام القرآن کی بھی تکمیل فرمادی ، جو نصف صدی سے نامکمل چلی آرہی تھی ۔ فلله الحمد وله الشكر وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ۔

این سعادت بزورِ بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے عمر کے

جس حصہ میں یہ عظیم کام اور خدمت سرانجام دی، ان حضرات کے ضعف اور ہجوم امراض کے پیش نظر بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا، یہ محض حق تعالیٰ کا فضل وکرم، اس کے محرک حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم کا خلوص اور ان حضرات کی کرامت ہی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم حضرت والد صاحب کی اس خدمت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

بالآخر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا علمی کارنامہ اس ''احکام القرآن'' کی تکمیل تھا جس کا آغاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اپنے بعض خلفاء سے کروایا تھا، لیکن اس کے کچھ حصے تشنہ تکمیل رہ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکمیل کی سعادت حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو عطا فرمائی، احقر کو جستہ جستہ ان کی اس تالیف سے استفادے کا موقع ملا ہے، اور جس ضعف اور جن امراض کے ساتھ انہوں نے ایسی محققانہ کتاب لکھی ہے وہ ان کی کرامت سے کم نہیں۔ (حیات ترمذی ص۶۰۸)

وقال سیدی ووالدی العلام ادخله الله تعالیٰ دارالسلام فی خاتمة الکتاب:

وکان هٰذاالکتاب البدیع کرامة من کرامات صاحب المقام الرفیع حکیم الامة المحمدیة مجددالملة الحنفیة الاسلامیة رافع لواء الرشدوالهدایة ......حامل السنة والقرآن المحدث المفسر الفقیه الثبت الحجة مولاناالمدعوباشرف علی التهانوی رفع الله درجاته فی اعلیٰ علیین وتقبل حسناته ووضع له القبول فی الارض والسماء کماوضع لسائرتالیفاته وتصنیفاته ویرحم الله عبداًقال

آمینا (ص ۲۳۳ ج ۹)

منزل رابع کی حتمی تجویز مکہ معظمہ کی سرزمین پر ہوئی وہاں کی گئی دعائیں قبول ہوئیں اور رنگ لائیں اس طرح منزل ثانی پارہ دس کا آغاز بھی اسی مقدس سرزمین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں ہوا اور پھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے احکام القرآن کے ایک حصہ کو اپنے ساتھ طواف میں بھی ساتھ رکھا اور خوب دعائیں فرمائیں۔ تفصیل کے لیے احکام القرآن ج ۹ ص ۳۷ تا ص ۴۱ ملاحظہ فرمائیں۔

اس طرح ان دونوں منزلوں کی تالیف میں وہاں کی برکات بھی شامل ہیں، وھٰذا ایضا فضل من اللہ تعالیٰ فللہ الحمد و لہ الشکر۔

تکملہ احکام القرآن

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے احکام القرآن کی ساتویں منزل اگرچہ ۱۳۶۴ھ میں مکمل فرمادی تھی لیکن چونکہ اس میں بہت ہی اختصار تھا اور کئی آیات پر آپ نے کلام بھی نہیں فرمایا تھا اس لیے ضرورت تھی کہ اس منزل کا تکملہ لکھا جائے تاکہ دیگر منازل کی طرح یہ منزل بھی مفصل و مبسوط ہو جائے۔ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم کے مشورہ کے بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے نہایت عرق ریزی اور سخت محنت سے اس منزل کا تکملہ بھی تحریر فرمایا جو ۳/ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ سے شروع ہو کر پونے دو سال میں مؤرخہ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ کو ختم ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ادارہ اشرف التحقیق سے دو جلدوں میں شائع ہوگا، اس طرح احکام القرآن مع تکملہ اٹھارہ جلدوں میں مکمل ہوگا، اور یہ عجیب بات اور قدرتی امر ہے کہ اعلاء السنن کی طرح احکام القرآن کی بھی اٹھارہ جلدیں ہوں گی۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق عمم اللہ تعالیٰ نفعھما فی البلاد کلھا و الآفاق، آمین۔

احکام القرآن کی تجویز ۱۳۵۰ھ میں اور تکمیل ۱۴۱۳ھ میں ہوئی جبکہ تکملہ میں مزید دو سال کا عرصہ لگا۔ اس طرح تجویز و تالیف ۶۵ سال کے طویل مانہ میں ہوئی۔

تقریبا پون صدی کے بعد حال ہی میں ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور سے حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم نے منزل دوم کی چار اور سوم کی تین، چہارم کی چار کل گیارہ جلدیں نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ شائع فرمائی ہیں۔ جب کہ پانچ جلدیں ادارۃ القرآن کراچی سے طبع ہو رہی ہیں۔ اس طرح کل سولہ جلدوں میں احکام القرآن سورۃ فاتحہ سے سورۃ الناس تک شائع ہو کر منظر عام پر آگیا ہے، جو اہل علم کے لئے عظیم تحفہ اور علمی کارنامہ ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس کی خوب قدر فرمائیں گے۔ واللہ الموفق والمعین۔

ہر حصہ کے ساتھ مراجع و مصادر کی تفصیلی فہرست بھی ہے جو مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہم نے مرتب کی ہے۔ موصوف احکام القرآن حزب ثالث کی تبییض کی عظیم خدمت کے بعد ابواب فقہیہ کی ترتیب پر پوری کتاب کی فہرست بھی مرتب کر رہے ہیں جو تکملہ کے بعد شائع ہوگی۔

حضرت مولانا مدظلہم چونکہ اس کی اشاعت بلکہ بیشتر حصہ کی تالیف کے محرک اور اس کتاب کے لئے بمنزلہ علۃ غائیہ ہیں اس لئے وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی اس عظیم علمی خدمت کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ جملہ جاری ہو جاتا ہے۔ ھکذا تکون ھمّۃ الرّجال وعزیمۃ الابطال کثر اللہ فینا امثالھم۔

''اعلاء السنن'' کے بعد احکام القرآن کی تالیف و اشاعت بہت بڑا کارنامہ اور علمی خدمت ہے اس لئے اس کی اشاعت پر جتنی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے اللہ

تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہم، ان کے معاونین خاص طور پر ادارہ اشرف التحقیق کے روح رواں جناب مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہم کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور حضرات مؤلفین کرام رحمہم اللہ کے لئے رفع درجات کا سبب صدقہ جاریہ اور شرف قبولیت عطا فرما کر اس کے فیض کو عام و تام فرما دیں، آمین ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التوّاب الرحيم۔ وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين الى يوم الدين۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
یکم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ

درس حدیث

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (رواه الترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارہ میں لوگوں کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہو۔

تشریح

اس حدیث میں صرف زبان اور ہاتھ سے ایذاء رسانی کا ذکر اس لیے فرمایا گیا ہے کہ بیشتر ایذاؤں کا تعلق ان ہی دو سے ہوتا ہے، ورنہ مقصد اور مطلب صرف یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

ابن حبان کی اسی حدیث کی روایت میں من سلم المسلمون کے بجائے من سلم الناس من لسانه ویده وارد ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو تمام بنی نوع انسان کے لیے پرامن اور بے آزار ہونا چاہیے۔

لیکن واضح رہے کہ اس حدیث میں جس ایذاء رسانی کو منافئ اسلام بتلایا گیا ہے وہ وہ ہے جو بغیر کسی صحیح وجہ اور معقول سبب کے ہو، ورنہ بشرط قدرت مجرموں کو سزا دینا اور ظالموں کی زیادتیوں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کو بزور دفع کرنا تو مسلمانوں کا فرض منصبی ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو دنیا امن وراحت سے محروم ہو جائے۔

عن ابی شریح الخزاعی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن،قیل ومن یارسول اللہ؟قال الذی لایأمن جارہ بوائقہ(رواہ البخاری)

ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اللہ کی وہ مومن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں۔عرض کیاگیا: یارسول اللہ کون مؤمن نہیں ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاوہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اورآفتوں سے خائف رہتے ہوں۔

تشریح

یعنی اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ایساحسن سلوک اورایساشریفانہ برتاؤ کہ ان کوہماری طرف سے پورااطمینان رہے ،اورہماری جانب سے کسی ظلم اورشرارت کااندیشہ ان کے دلوں میں نہ رہے۔یہ ایمان کے ان شرائط اورلوازم میں سے ہے جن کے بغیرایمان گویاکالعدم ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

واحسن الی جارك تکن مؤمناً(مسند احمد، ترمذی)

اپنے پڑوسی کے ساتھ تم اچھاسلوک کرو،تب تم ایمان والے ہو۔

ایک اورحدیث میں واردہواہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلایؤذ جارہ(بخاری ومسلم)

جواللہ اوریوم آخرت پرایمان رکھتاہو(اوراس لیے اللہ کی رضااورآخرت میں فلاح چاہتاہو)تواسے لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کونہ ستائے۔

(معارف الحدیث ص۱۴۴ ج۱)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم : حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصرف متعارف کہیں منقول نہیں اور ایک حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اب مجھ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ محبت ہے تو اس سے تصرف پر استدلال نہیں ہو سکتا، جیسا بعض نے کہا ہے کہ اس سے پہلے تو انہوں نے بجز اپنے نفس کے اور سب چیزوں سے آپ کا زیادہ محبوب ہونا عرض کیا تھا، اتنی جلدی اتنا تغیر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف سے ہوا، سو یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ حدیث میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ پہلے صحیح تفسیر نہ سمجھے تھے پھر صحیح تفسیر سمجھ گئے۔

فرمایا لوگ میرے متعلق کہتے ہیں کہ جو احتساب تمہارے یہاں ہے وہ پہلے قریب کے بزرگوں میں نہ تھا، تو میں اس کا قواعد سے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ اس زمانہ کے عوام ایسے ابتر نہ تھے جیسے اس وقت کے ہیں، لہذا ان بزرگوں کو ایسے احتساب کی ضرورت نہ تھی اور اب چونکہ عوام کی حالت میں تبدیلی ہو گئی لہذا ایسے قواعد وضوابط کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑی، مگر بفضلہ تعالیٰ اب مجھ کو اس کی ایک جزئی نظیر بھی حدیث میں مل گئی وہ یہ کہ حد خمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں معین نہ تھی، نہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں۔ لیکن جب شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو عمال نے گردونواح سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ یہاں کثرت سے لوگ شراب نوشی کرتے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد خمر معین

کرناچاہاتوتمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کومشورہ کے لیے جمع کیا، مختلف حضرات کی مختلف رائیں ہوئیں ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تقریر کی جس میں فرمایاکہ جب آدمی شراب پیتاہے اکثراس کے نشہ میں ہذیان بکنے لگتاہے جس میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی بات اس کی زبان سے نکل جاوے جس سے کسی پر تہمت لگ سکے اور تہمت کی حداسی دُرے ہے ، لہٰذااسی درے معین ہونے چاہییں ۔ چنانچہ بالاتفاق اسی درے مقرر کیے گئے ۔ وہی اسے درے اب تک مقرر ہیں توجواعتراض لوگ مجھ پرکرتے ہیں کہ یہ احتساب جوتم نے قائم کررکھاہے وہ پہلے نہ تھایہی اعتراض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ہوتاہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شراب پرکوئی حدمعین نہ تھی ، نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعدحضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شراب پرکوئی احتساب کیاگیا توحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نئی بات کیوں ایجادکی اورکیوں اتنی سختی کی تواس کایہی جواب دیاجاوے گاکہ اس زمانہ میں لوگ اتنی شراب نوشی نہ کرتے تھے ، لہٰذااس کی ضرورت نہ تھی ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عوام کی حالت میں فرق آگیااورلوگوں نے زیادہ شراب نوشی شروع کردی توپھرشراب پراحتساب کی بھی ضرورت ہوئی ۔ ایسے ہی میں کہتاہوں کہ پہلے زمانہ کے عوام میں اورآج کل کے عوام میں زمین آسمان کافرق ہوگیاہے ، پہلے بزرگوں کے زمانہ میں جوعوام الناس کی حالت تھی وہ حالت آج کل کے عوام الناس کی نہیں ، مثلاًجوخلوص وسادگی پہلے تھی اب اس کانام ونشان نہیں ، اس لیے اب معالجہ کی صورت بھی بدل گئی ۔ اس تبدل حالت پرفرمایاکہ آج ایک حدیث نظرسے گزری ، جس کاخلاصہ یہ ہے کہ آئندہ لوگوں پرایک ایسازمانہ آئے گاکہ اس زمانہ میں لوگ بھیڑیے ہوجائیں گے اورجوشخص اس زمانہ میں بھیڑیانہ بنے گاتواس شخص کولوگ کھاجائیں گے ۔

جناب پروفیسر مسعود احسن علوی مرحوم

اسلام اور ترقی (آخری قسط۲)

افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

غیر مسلموں کی ترقی کا راز

غیر قوموں کی ترقی اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا ہوش سے کام لینا، آپس میں اتفاق واتحاد کرنا، اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے، چاہے کوئی اختیار کرے چاہے کوئی چھوڑے۔ (العبرہ بذبح البقرہ) (جاری)

اسلام اصول کی خاصیت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصول اسلامیہ کی خاصیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے گل بنفشہ میں خاصیت ہے، زکام کے دفع کی خواہ مسلمان پیے یا کافر پیے۔ اسی طرح جو شخص اصول صحیحہ پر عمل کرتا ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر وہ راحت پاتا ہے۔ اصول صحیحہ میں فطرۃً یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفت کو دور کرتے ہیں۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کچھ قید نہیں جیسے شاہراہ سے جو گزرے گا وہ راحت سے سفر کرے گا۔ درختوں کا سایہ اس کو ملے گا، اب چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، شیخ، سید، مغل پٹھان ہو یا بھنگی اور چمار ہو اس میں کسی کی کوئی قید نہیں۔ البتہ

آخرت میں ترتب آثار کے لیے اسلام بھی شرط ہے۔ (ملفوظات ۲ ملفوظ ۲۴۴)

غیر قوموں کی تدابیر مسلمانوں کو مفید نہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں ان کا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر نہیں، ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کے لیے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ ان کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے، اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں، ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے اور ایمان نہ لانے پر کفر اور کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہو گا جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی اور جب مسلمان ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں اور ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب کو ہی فائدہ دے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی تب بھی خداوندی احکام کی پابندی فرض ہے اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہو گا۔

دیکھئے شراب، جوئے اور سود میں بھی نفع ہے۔ خود ارشاد عزوجل ہے: قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس (کہہ دیجئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں) لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہوا ہو، لوگ کرتے تو ہیں شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے ہیں کہ یہ علماء ساتھ دیں۔ (المرابطہ ص ۴۸)

یہ حب دنیا پکارنے والے سب سرسید احمد خان کے چلیے چانٹے ہیں، وہ بے چارے یہی گیت گاتے گاتے مرگئے اور اب ان کی باری ہے، عمر گزر گئی ان لوگوں کی صدا سنتے ہوئے ''ترقی، ترقی''، لیکن اس معمہ کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشا ہے کیا؟ نصوص کا انکار ہے صاف تو کہتے نہیں، مگر قرآن و حدیث میں کتربیونت، تحریف کرنا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے، پھر طرفہ یہ کہ اس ترقی کے باب میں لوگوں نے جس قدر تدابیر غیر مشروع اختیار کیں روز بروز اجتماعی طور پر مسلمانوں کا تنزل ہی تنزل دیکھا اور ذلت ہی گلوگیر دیکھی۔

تعلیم جدید اور غیر مشروع ترقی

خیالات و آراء اس وقت نہایت منتشر ہیں اور طلب مال اور طلب جاہ کا بہت چرچا اس وقت ہو رہا ہے، جس کو دیکھئے اس میں منہمک ہے، نیز ان کے لیے کچھ تدابیر بھی اپنی طرف سے تراش رکھی ہیں اور ان میں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ کونسی تدبیر حلال ہے اور کونسی حرام ہے بکثرت خیال ادھر متوجہ ہیں کہ اصل چیز مال اور جاہ ہے اور اسی کو ترقی کہا جاتا ہے اور اسی کے لیے سعی کی جاتی ہے خواہ وہ سعی شریعت کے موافق ہو یا مخالف، چنانچہ ذرائع تحصیل مال وہ ہیں جن کی بدولت شریعت سے بعد ہوتا چلا جاتا ہے، مثلاً یہ کہ تعلیم جدید کمال کے ساتھ حاصل کرنا چاہئے اور اس میں بڑے بڑے درجے حاصل کرنا چاہئیں۔ گو اس پر کیسے ہی آثار و مفاسد مرتب ہوں۔ آج کل تعلیم جدید کے متعلق علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ کہ یہ تعلیم جدید سے روکتے ہیں اور اس کو ناجائز بتلاتے ہیں، حالانکہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر تعلیم جدید کے یہ آثار نہ ہوتے جو علی العموم اس وقت اس پر مرتب ہو رہے ہیں تو علماء ہرگز اس سے منع نہ کرتے لیکن اب دیکھ لیجئے کہ کیا حالت ہو رہی ہے، جس قدر جدید تعلیم یافتہ ہیں، باستثناء

شاذونادران کو نہ نماز سے غرض ہے نہ روزے سے، نہ شریعت کے کسی دوسرے حکم سے، بلکہ ہر ہر بات میں شریعت کے خلاف ہی چلتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس سے اسلام کی ترقی ہوتی ہے۔

چنانچہ بعض نے تو تصریحاً یہ کہہ دیا کہ یہ وقت حلال وحرام دیکھنے کا نہیں ہے یہ وہ وقت ہے کہ جس طرح ہو سکے روپیہ سمیٹ لو غور کیجئے جب مسلمان ایسی رائے دینے لگے تو علماء کا کیا قصور ہے اگر وہ تعلیم جدید سے روکیں؟ علیٰ ہذا ترقی جاہ کہ اس میں بھی یہ تمیز نہیں کہ ذریعہ اس کی تحصیل کا حلال ہے یا حرام۔ اکثر ایسے ذرائع سے جاہ حاصل کی جاتی ہے جو کہ شریعت کے بالکل ہی خلاف ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ جاہ سے کام بھی ناپاک ہی لیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو آلہ ظلم وستم بناتے ہیں اور اسی کو اپنی شان ریاست سمجھتے ہیں۔ (وعظ فضل العلم والعمل)

ترقی اسلام کی حقیقت

صاحبو! موٹی بات ہے کہ جب اس میں اسلام کی کوئی بات نہ رہی تو وہ اسلام کی ترقی کہاں ہوئی۔ البتہ مال وجاہ کی ترقی ہوئی۔ سو اسلام روپیہ اور جاہ کو نہیں کہتے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اسلام کو محتاج تفسیر نہیں چھوڑا اور خدا تعالیٰ نے بھی اس کی تفسیر کا خاص اہتمام فرمایا اور عجب نہیں کہ اسی زمانہ کے لیے اہتمام کیا ہو۔

خدا تعالیٰ نے ایک بار جبریل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پاس بشکل انسان بھیجا وہ ایک مجلس عام کے وقت تشریف لائے اور حضور ﷺ سے دوسروں کے سنانے کو چند سوال کیے چنانچہ ان سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ اسلام کیا چیز ہے؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ان تشھد ان لاالہ الااللہ وان محمد

الرسول واقام الصلاة وایتاء الزکاة وصوم رمضان وان تحج البیت یعنی شہادتوں کا اقرار کرو دل سے بھی اور زبان سے بھی، ظاہر ہو اور نماز و زکاۃ و صوم و حج کا ادا کرنا۔

جب حضور ﷺ کی تفسیر سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اسلام کی ترقی تو یہ ہوگی کہ ان احکام کے امتثال میں ترقی ہو، نماز میں ترقی ہو، روزے میں ہو، نہ یہ کہ ٹم ٹم ہو، عالیشان محل ہو۔ اس کو اسلام کی ترقی نہ کہا جائے گا۔

غرض جب حضور ﷺ اسلام کی تفسیر فرما چکے ہیں تو آج کون ہے کہ وہ بڑے بڑے عہدوں کو اور مال وجاہ کی ترقی کو اسلام کی ترقی بتلائے مسلمان اگر اپنی حالت دینیہ پر پورے قائم بھی رہتے تب بھی ان چیزوں کو اسلام کی ترقی نہ کہتے، البتہ ترقی لاہل الاسلام کہتے مگر جب کہ وہ دین پر باقی بھی نہیں ہیں تو اس حالت میں یہ ترقی مال لاہل الاسلام نہ ہوئی بلکہ ترقی مال لاہل الکفر ہوئی، یعنی جب نماز روزہ، عقائد اسلام سب رخصت ہو گئے، اب تو اگر مال اور جاہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ اہل اسلام کی ترقی بھی نہ کہلائے گی بلکہ اہل کفر کی ترقی کہلائے گی۔ (علم و عمل ص۵۵۶)

اساس ترقی تعلیمات اسلامیہ ہیں

حضرات! آپ کو اس عقیدہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جانا چاہیے کہ مسلمان جب ترقی کرے گا احکام شرعیہ کی پابندی ہی سے کرے گا، اور یہ خیال دل سے بالکل نکال دینا چاہئے کہ بغیر اتباع شریعت کے بھی مسلمان ترقی کر سکتے ہیں، جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ دیندار ہونے اور نماز روزہ کی پابندی کو ترقی میں کیا دخل بلکہ اس کے لیے صرف تدابیر سیاسی کافی سمجھتے ہیں، سو یہ خیال سراسر باطل اور یورپ کی دہریت کے اثر سے ناشی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمان تمام احکام شرعیہ پر پوری طرح عمل

پیرا نہ ہوں گے ان کو محض تدابیر سے دنیوی ترقی بھی نصیب نہ ہوگی، کیونکہ احکام شرعیہ اور اخلاق اسلامیہ کے دو ثمرے ہیں:

(۱) ایک قبول عنداللہ۔

(۲) دوسری دنیوی ترقی۔

قبول عنداللہ کے لئے تو ایمان و اسلام شرط ہے جو مسلمان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

دوسرا ثمرہ ہر شخص کو حاصل ہوجاتا ہے جو اخلاق اسلامیہ پر عمل کرنے لگے، چنانچہ اس وقت تک جن اقوام نے بھی ترقی کی ہے تعلیمات اسلامیہ کو اختیار کرکے ہی ترقی کی ہے۔ تنظیم، دیانت، اتحاد، ایثار، عدل، وفائے عہد، سادگی، کفایت شعاری، محنت، خدمت قوم اور قومی نشان کی حفاظت وغیرہ وغیرہ کس کے گھر کی چیزیں ہیں؟ کیا اسلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے ان کا نام بھی سنا تھا؟ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی، جس سے آج وہ کوسوں دور ہیں اور دوسری قومیں مضبوطی کے ساتھ اس کو تھامے ہوئے ہیں، افسوس اس وقت مسلمان ہی ایک ایسی قوم رہ گئی جس کو جس شکل اور وضع میں چاہو ڈھال لو، کبھی عیسائیوں کی شکل میں ان کو دیکھ لو، کبھی ہندوؤں کی وضع میں۔

ترقی مسلم کا صحیح اور آزمودہ طریقہ وتدابیر

اور بفرض محال اگر احکام اسلام اور شریعت مقدسہ کو پامال کرکے ترقی ہو بھی گئی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کہلائے جانے کی قابل تو ہوگی نہیں تو پھر اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرکے کیوں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہو؟ جو دل میں ہے صاف ہی کہہ دو! اور جو قوم پہلے سے ترقی یافتہ ہے اس میں کھلم کھلا ہی کیوں نہیں مدغم

ہوجاتے، باقی اس کتربیونت سے کیافائدہ کہ کہیں قرآن کے معنیٰ بدلتے ہیں کہیں حدیث کو جھٹلاتے ہیں، خداجانے تدابیر مشروع اور منصوصہ پر عمل کرتے ہوئے کیوں سر کٹتا ہے، ارے بطور امتحان ہی ان پر عمل کر کے دیکھ لو! کوئی زہر تو نہیں ہے کہ گلے سے اترتے ہی ہلاکت ہوجائے گی یا کوئی سانپ تو نہیں کہ ہاتھ لگاتے ہی تم کو ڈس لے گا۔ آخر تم ہی سمجھو کہ ساری عمریں تمہاری بھی کھپ گئیں اب تو تجربہ بھی ہوگیا پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ مشاہدات اور واقعات کے بعد تو رائے بدل جاتی ہے، آخر کیا اب تک دوسروں کی گداگری نہیں کر چکے ہو؟ اب ذرا ان کے سامنے بھی سر رکھ کر دیکھ لو اور یہ سر رکھ کر دیکھنا، اگر اخلاص سے نہیں تو بہ نیت تدابیر ہی سہی۔ بہت کچھ بتوں کی پرستش کر کے دیکھ لیا، اب ذرا خدا کو بھی سجدہ کر کے دیکھ لو۔ (ملفوظات ۵ص ۱۲۷)

اے مسلمانو! تم ترقی کے لیے ہمیشہ یہ دیکھو کہ مسلمانوں کو کیونکر ترقی ہوئی اور یہ ہرگز نہ دیکھو کہ کفار کو ترقی کیونکر ہوئی کیونکہ ہر قوم کا مزاج باطنی الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو مفید ہو وہ سب کو مفید ہو بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جو صورت ایک قوم کے کسی فرد کو مفید ہو وہ سب افراد کو مفید ہو، لطیف المزاج کو وہ چیزیں نافع نہیں ہوتیں، جو ایک گنوار کو نافع ہیں، تم اسلام کے بعد لطیف المزاج ہوگئے ہو، تمہارا مزاج شاہانہ ہوگیا ہے تم کو وہ صورت مفید نہ ہوگی جو کفار کو مفید ہے۔

نیز تم ایسے ہو جیسے سر کی ٹوپی کہ جہاں اس میں ذرا سی ناپاکی لگی فوراً اتار کر پھینک دی جاتی ہے اور جوتے پر اگر ناپاکی لگ جائے تو اس کو نہیں پھینکتے۔ اسی طرح حق تعالیٰ تم کو ناپاکی اور گندگی میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتے، اگر تم ملوث ہوگئے تو فوراً پڑے پر کوٹے پیٹے جاؤ گے، اور کفار چاہے جتنے ملوث ہوجائیں گوارا کیا جائے گا۔

پس اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ پہلے مسلمانوں کو ترقی کیونکر ہوئی تھی

چنانچہ جن لوگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترقی کا حال تاریخ میں دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات کو محض دین کے اتباع کی وجہ سے ترقی ہوئی وہ دین میں پختہ تھے۔ ان کے معاملات ومعاشرت واخلاق بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق تھے، اس لیے دوسری قوموں کو خواہ مخواہ اسلام کی طرف کشش ہوتی تھی اور کسی نے مقابلہ کیا تو چونکہ انہوں نے خدا کو راضی کر رکھا تھا اس لیے خدا تعالیٰ ان کی مدد کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ باوجود بے سروسامانی اور قلت عدد کے عدو (دشمنوں) کی بڑی بڑی سلطنتوں کو آنکھ ملانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ (کمالات اشرفیہ ص،،)

مومن کا اصل مال

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب یعنی اللہ میاں جس کو چاہیں بے حساب روزی دیں ان کو کوئی روکنے والا نہیں، جس کو دیتے ہیں محض اپنے فضل ومشیت سے جس میں کسی کو مزاحمت کا منصب نہیں ۔۔۔۔۔۔ یہ ہے، مومن کا اصل مال۔ باقی جس کو ہم مال سمجھتے ہیں وہ مال نہیں جو مآل میں کام آوے (یعنی اعمال صالحہ) وہ ہے مال حقیقی۔ واللہ مال سے وہ راحت نہیں جو اعمال سے ہے، اس کو فرماتے ہیں ومن یعمل صالحاً من ذکر او انثیٰ الخ اور یہ کہ نیک کام کرنے والوں کا جو مومن ہیں دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے، یعنی ایسی زندگی جس میں راحت ہی راحت ہوگی یعنی دل کو سکون واطمینان ہوگا۔۔۔۔ دوسری جگہ اس کے مقابل ارشاد ہے: ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی یعنی جس نے منہ موڑا میری یاد سے اس کو ملتی ہے تنگی کی روزی اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے یہ نتیجہ ہے خدا سے غفلت کا کہ یہاں بھی مصیبت میں رہا اور وہاں بھی مصیبت، مشاہدہ ہے کہ دنیاداروں کی یہاں بھی زندگی

تنگ ہی ہے مال و دولت ان کے پاس سب کچھ ہے مگر اطمینان و راحت جس کا نام ہے وہ میسر نہیں ، بعض اوقات تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ موت کی تمنا کرتے ہیں اور اعمال صالحہ سے اس مال کا عیش بھی اور مآل عیش بھی دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی اچھی ، اصل مال اس کو کہنا چاہیئے۔

حرص دنیا کا علاج

توبہ کی حقیقت اور اس کے معنیٰ ہیں توجہ الی اللہ۔ ۔ اور ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت دنیا کی طرف توجہ اور میلان ہے۔ اب اس توجہ کو دوسری طرف پھیر دیا جائے تو توجہ الی الدنیا باقی نہ رہے گی ، پھر جس چیز کی طرف توجہ کو پھیر دیا جائے اگر وہ بھی محبوب ہو تو اس کی طرف توجہ اشد ہوگی اور اس سے توجہ الی الدنیا کا ازالہ بھی قوی ہو گا۔

اب سمجھو کہ حق تعالی سے ہر شخص کو فطری تعلق ہے اور اسی ذات کی طرف ہر ایک کو طبعی میلان ہے ، فقط مسلمانوں ہی کو نہیں کافر کو بھی کیونکہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو کسی سبب سے ہوتی ہے وہ اسباب یہ ہیں : حسن وجمال ، جود ونوال (سخاوت وبخشش) یا فضل وکمال اور جس میں یہ اسباب قوی ہوں گے اس سے محبت بھی قوی ہوگی اور معلوم ہے کہ یہ اسباب بالذات حق تعالیٰ ہی میں ہیں۔ دوسری اشیاء میں بالعرض ہیں بس یوں کہنا چاہیئے کہ محبت و میلان حقیقت میں خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور دوسری اشیاء کی طرف میلان محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان میں صفات حق کا ظل ظاہر ہو رہا ہے۔

توجہ الی اللہ کی حقیقت

جن لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ توجہ الی اللہ (یا خدا طلبی) بس یہ ہے کہ نماز پڑھئے اور روزے رکھئے اور احکام شرعیہ بجالائیے ، ان لوگوں نے محض ظاہری اعمال پر

اکتفا کیا، یہ لوگ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہونے کو ضروری نہیں سمجھتے پھر وہ سوچتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم سب کچھ کر رہے ہیں پھر بھی اس میں برکت و نورانیت کیوں نہیں پیدا ہوتی، معصیت کا تقاضا مضمحل کیوں نہیں ہوتا چنانچہ آپ بہت سے نمازیوں کو گناہوں میں مبتلا پائیں گے۔ اسی طرح دوسری طرف بہت سے لوگ اس غلطی میں گرفتار ہیں کہ ظاہری اعمال کو غیر ضروری سمجھ لیا ہے، ان کے نزدیک توجہ الی اللہ کے معنیٰ صرف یہ ہیں کہ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ یہ لوگ ذکر و شغل اور مراقبات ہی کو لے بیٹھے۔ نماز، روزہ، تلاوت اور نظر بد وغیرہ گناہوں سے بچنا چھوڑ دیا مگر ان کو بھی برکت و نورانیت (وہی قلبی ایمان کی کیفیت) حاصل نہ ہوئی کیونکہ ایسے لوگ بھی معاصی میں مبتلا ہوتے اور دل میں گناہوں کا شدید تقاضا پاتے ہیں۔

توجہ الی اللہ کی حقیقت تو یہی ہے کہ خدا کی طرف متوجہ ہو، مگر ہر حقیقت کی ایک صورت بھی ہوتی ہے اور توجہ الی اللہ کی صحیح صورت وہی ہے (جو خود اللہ تعالیٰ یا) شریعت نے بتلائی، پس دونوں کو جمع کرنا چاہئے کہ دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، ظاہری اعمال شرعیہ کے پابند رہو، طاعات کو بجالاؤ، معاصی سے بچنے کا اہتمام کرو، نگاہ کو روکو، اور نامحرموں کی باتیں بھی نہ سنو، اس کے بعد بھی قلب کی نورانیت حاصل نہ ہو تو ہم پر ہنسنا، میں وہی کہتا ہوں جو ایک صاحب طریق (عارف رومی) نے کہا کہ ؎

چشم بند و لب بند گوش بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند

(ماخوذ از اصلاح المسلمین)

سید افتخار حسین شاہ

آخری ملاقات

مرور زمانہ کے تپتے ہوئے صحرا میں آپ واقعی ایک نخلستان عظیم تھے، اور ساری زندگی ان بھول بھلیوں میں گھرے ہوئے لوگوں کے راستوں کو سلجھانے کی سعی حاصل میں مشغول رہے۔

میرے چچاجان جناب سید شمشاد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید نذر محمد ترمذیؒ کے صاحبزادے، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ کے پھوپھی زاد بھائی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (خلیفہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید اور ان کے وصال کے بعد مرشد العلماء جناب نواب عشرت علی خاں قیصر رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت تھے،

بندہ حقیر مؤرخہ 8-8-2012 کو رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے کسی نجی کام کے سلسلہ میں ملتان گیا، واپسی پر چچاجان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی غرض سے جب ان کے گھر پہنچا تو آپ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے، پہلی نظر میں مجھے نہ پہچان سکے، لیکن جب میں چارپائی پر جاکر بیٹھا تو چچاجان نے میرا نام لیا اور فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ بگھیانہ کلاں (میرے ننھیال) سے کوئی ملنے آیا ہے۔

مغرب کے وقت افطاری سے کچھ دیر پہلے آپ کے منجھلے صاحبزادے سید راحیل احمد بھی آگئے، اکٹھے افطاری کی، مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد چچا جان سے روحانیت کے موضوع پر کافی دیر باتیں ہوئیں۔

چچاجان نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں بتایا کہ آپ

سلسلہ چشتیہ کے امام تھے اور جب حالت مجاہدہ میں تھے تو مسجد میں لیٹے لیٹے سو گئے، تھوڑی دیر بعد اٹھے اور فرمایا ؎

اُٹھ فریدا ستیا! جھاڑو دے مسیت
توں ستا! رب جاگدا تیری ڈاڈھے نال پریت

پھر فرمایا کہ جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ نصیب فرمایا تو آپ نے اس کو یوں بیان فرمایا ؎

خلقت کوں جیندی گول اے
ہردم فریدے کول اے

(مخلوق جسے ڈھونڈ رہی ہے، تلاش کر رہی ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) ہر وقت فرید کے پاس ہے)

چچاجان نے فرمایا کہ تمہارا تصوف کا اور شاعری والا ذوق اچھا ہے لیکن ہر وقت کی شاعری بھی ٹھیک نہیں ہوتی۔

آج ان کے جانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم واقعی یتیم ہو گئے ہیں، کیونکہ میرے اباجانؒ کے اس دنیا سے جانے کے بعد انہوں نے باپ کی کمی ہمیں محسوس نہیں ہونے دی، بلکہ بیشتر موقعوں پر ہماری مالی اعانت فرماتے رہے، اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازتے رہے ؎

تم نے تو تھک کے دشت میں خیمے لگا لیے
تنہا کٹے کسی کا سفر تم کو اس سے کیا؟

آج مجھے یوں لگتا ہے کہ ہماری کشتی کا بادبان ٹوٹ چکا ہے، اور نہ جانے بے رحم موجوں کے تھپیڑے کن آدم خوروں کی بستی میں ہمیں لے جائیں۔

آپ کو کافی عرصہ سے شوگر کا عارضہ تھا، پرہیز بہت کم کرتے تھے، تقریباً ۸، ۷ ماہ اپنے بڑے صاحبزادے گروپ کیپٹن سید سہیل احمد کے پاس فرانس علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ماہ رمضان المبارک میں آپ اپنے وطن پاکستان تشریف لائے۔ عید والے دن آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی، ۲ ر شوال تقریباً پونے چار بجے آپ کے اس دارفانی سے جانے کی اطلاع ملی، اس طرح رشدوہدایت ہدایت کا یہ آفتاب عروق مردہ مشرق میں خون زندگی دوڑاتے دوڑاتے ڈھل گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

آپ کا جنازہ مدرسہ عربیہ حقانیہ میں بعد از نماز مغرب ادا کیا گیا، اور حقانیہ قبرستان (فروکہ روڈ ساہی وال) میں میری دادی جان مرحومہ کے ساتھ آپ کی تدفین ہوئی۔

جنازہ اٹھانے سے دس پندرہ منٹ پہلے آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے میجر سید عدیل احمد جو کہ مظفرآباد آزاد کشمیر کے بارڈر پر اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے وہ بھی پہنچ گئے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت میرے چچا جان رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

ع ۔ ن ۔ ت

تعارف کتب

نام کتاب : اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال مؤلف : حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم
صفحات : ۴۰۰ ناشر : القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ : انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

زیر نظر کتاب جو دراصل سنن ترمذی کے ابواب البر والصلہ کے درسی افادات ہیں میں والدین کے حقوق ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی ، پڑوسیوں کے حقوق ، بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت و ترحم ، بچوں کی پرورش ، یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری ، بے سہاروں کے ساتھ ہمدردی ، مریضوں کی عیادت وغیرہ حسن معاشرت کی تعلیم اور ان پر مرتب ہونے والے واجر وثواب کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی نافرمانی ، قطع رحمی ، بے تعلقی ظلم وبے انصافی دھوکہ وفریب ، خیانت ، بخل ، حرص تکبر وغیرہ ہر قسم کے برے اخلاق کی برائی اور ان کے دنیوی واخروی نقصان سمجھانے پر زور دیا گیا ہے۔ اگر مسلمان ان احکامات پر عمل پیرا ہوں تو معاشرے کا کھویا ہوا چین وسکون اور امن واپس لوٹ سکتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان اخلاق وآداب کو سیکھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

عرصہ سے کسی ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں اس نہج پر ان احکام کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہو، الحمد للہ اس کتاب نے اس کمی کو احسن انداز میں پورا کر دیا ہے ۔ امید ہے کہ قدردان حضرات اس کی قدر فرمائیں گے ۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۳ : ذوالقعدۃ الحرام : حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے نماز جمعہ کے بعد گستاخانہ فلم کے خلاف لاہوری دروازہ پر احتجاجی ریلی سے خطاب فرمایا۔

۹ / بعد از نماز عصر عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے جامعہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

۱۰ / حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا اور بعد نماز جمعہ صدر جامعہ مدظلہم کے ہمراہ جلسہ میں شرکت کے لیے بھکر تشریف لے گئے۔

۱۱ / حضرت مولانا مشرف علی تھانوی ، حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی ، اور مولانا قاری رشید احمد تھانوی جامعہ میں تشریف لائے ۔ مولانا قاری احمد میاں تھانوی مدظلہم نے اپنے سحرانگیز انداز میں تلاوت قرآن کریم فرمائی اور اپنے بیان میں شعبہ تجوید کے قائم کرنے پر زور دیا۔

۲۴ / حضرت مدظلہم جامعہ اسلامیہ حنفیہ شاہ نکڈر میں بیان فرمانے کے بعد تین روزہ اصلاحی دورہ پر محمود کوٹ، ملتان ، کبیروالہ، اور عبدالحکیم تشریف لے گئے اور اصلاحی بیانات فرمائے۔ ۲۷/ حضرت مدظلہم نے سرگودھا دارالعلوم اشرفیہ و مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور جامعہ میں حضرت علامہ مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی مدظلہم تین روزہ ردفرق باطلہ کی تدریس کے لیے تشریف لائے۔ ۳/ حضرت مدظلہم نے جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں دورہ حدیث کے طلبا کو ہفتہ وار بخاری شریف کا سبق پڑھایا۔ بعد مغرب چک نمبر ۱۲۷ جنوبی میں بیان فرمایا۔